عشق کے قیدی (قسط:۷)

ظفر جی

تیسری ملاقات

16 فروری....1953ء گورنر ہاؤس لاہور

ٹھنڈی سیاہ رات میں ہم گورنمنٹ ہاؤس کا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے۔کافی دیر بعد بغلی چیک پوسٹ کی کھڑکی سے ایک اَردلی نے سر باہر نکالا۔

"کِنّوں مِلناں جے؟ "

(کس سے ملنا ہے)

"وزیراعظم صاحب کو" مولانا ابوالحسنات نے کہا۔

"خیریت اے؟ایس ویلے؟ "

(خیریت ہے،اس وقت!)

"وزیراعظم کو بتا دیں کہ مجلس عمل کا وفد آیا ہے۔ "

سنتری کھڑکی بند کر کے اندر گیا۔تقریباًدس منٹ بعد کھڑکی دوبارہ کھلی۔

"اپنا اپنا ناں تے سیاسی وابستگی دسّو؟ "

(اپنا اپنا نام اور سیاسی وابستگی بتائیں)

"میں جمعیت علمائے پاکستان سے ہوں....اور باقی بزرگ مجلسِ احرار اسلام پاکستان سے ہیں۔ "

اردلی کچھ ردّ و کد کے بعد اندر چلا گیا۔ہم گورنمنٹ ہاؤس کے باہر ٹھٹھرتے رہے۔سردی کی وجہ سے ہمارے منہ سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہانپتا کانپتا واپس آ گیا:

"آ جاؤ چاچا ....گیٹ کھلا جے ... "

(آ جاؤ چچا! گیٹ کھلا ہے)

گورنمنٹ ہاؤس کے وسیع و عریض لان سے گزر کر ہم ایک شاندار اور پُر تکلف لاؤنج میں پہنچے۔اردلی ہمیں نرم

صوفوں پر بٹھا کر وزیرِ اعظم کو اطلاع دینے چلا گیا۔ کمرے کی تزئین و آرائش لاجواب تھی۔ دیواروں پر خوبصورت نقش و نگار، قد آدم قیمتی پینٹنگز، دیدہ زیب رنگ و روغن، بیش قیمت طغرے، گلدان، خوبصورت قالین، انگیٹھی میں جلتے کوئلے کی حدّت۔ عین اسی وقت نسبت روڈ پر رات کے جلسے کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ عاشقانِ ختم نبوت سردی میں ٹھٹھرتے، کانپتے قائدین کا خطاب سننے کے لئے جمع ہو چکے تھے۔ کچھ ہی دیر میں اچکن شیروانی اور جناح کیپ پہنے وزیرِ اعظم کمرے میں داخل ہوئے۔ ہم سب نے اُٹھ کر استقبال کیا۔ وہ ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کر کے سامنے والا ٹیبل گھیر کر بیٹھ گئے۔

"جی... ملونا ساوَب.... سنا ہے لہور میں کوئی ہڑتول وگیرہ ہوا ہے؟" انہوں نے بظاہر پرسکون نظر آنے کی کوشش کی۔

"جی ہاں.... اب خود ہی فیصلہ کیجئے کہ عوام کیا چاہتی ہے۔" سید ابوالحسنات بولے۔

"ہم تو اوٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، اب ایک ہی دُعا کرتا ہے.... یا اللہ!!! ہم کو اُٹھا لے.... یا جفراللہ کو اُوپر بلا لے۔" وزیرِ اعظم نے کہا۔ " اللہ آپ کو عمرِ خضر عطا کرے.... کسی کے مرنے سے مسائل حل ہوتے تو اِس وقت نسبت روڈ پر مجمع کے ہاتھ میں پتھر ہوتے...."

"پبلک ہمارے بارے میں کیا سوستا ہوگا؟؟" وزیرِ اعظم نے پوچھا۔

"پبلک اپنے نیک وزیرِ اعظم کے لئے اچھا سوچتی ہے اور نیک امید رکھتی ہے۔ آپ فی الحال صرف سر ظفر اللہ کو برخواست کر دیں... عوام بھی شانت ہو جائے گی اور آپ کا سیاسی قد بھی بڑھ جائے گا۔" مولانا ابوالحسنات نے کہا۔

"یقیناً... یہ کانٹا نکل جائے تو قوم کا درد نصف رہ جائے گا۔" ماسٹر تاج الدین انصاری نے تائید کی۔

"ماسٹر سوب... تم سے ہمارا بات نئیں ہے.... ہم تو ملونا سے بات کُرتا ہے۔" وزیرِ اعظم نے انتہائی ناگواری سے کہا۔ ان کے لہجے میں وہی مخاصمت تھی جو مسلم لیگ اور مجلس احرار میں برسوں سے چلی آ رہی تھی۔

"بہت بہتر جناب! جیسے آپ کی خوشی۔" ماسٹر صاحب نے تحمل مزاجی سے جواب دیا۔ "

"وزیرِ اعظم صاحب! بخُدا ہم آپ کی مشکلات بڑھانے نہیں، بلکہ اُن کا مداوا کرنے آئے ہیں... ہمیں آپ سے ہمدردی ہے.... آپ نیک آدمی ہیں.... فرمایئے تو سہی آخر مشکل کیا ہے... تاکہ ہم اس مشکل کا کوئی حل نکالیں؟ سید اَبوالحسنات نے کہا" آپ کو ہمارا مُسکل کا احساس ہوتا تو پھر کیا مُسکل تھا۔" وزیرِ اعظم ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔

"پوری قوم آپ کی پشت پر کھڑی ہے وزیرِ اعظم صاحب!..... آپ قدم تو بڑھائیں..... آج اگر آپ ہمارے مطالبات مان لیں، یقین کریں آپ کے نام کے ڈنکے بج اٹھیں گے.... پھر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ آپ کی طرف میلی آنکھ سے بھی دیکھ سکے۔ "

"ہم زانتا ہے۔" وزیرِ اعظم کرسی سے پشت لگا کر بولے۔ "زانتا ہے کہ آپ کا ڈیمانڈ مان کر پبلک ہم سے بوہت خُوس ہوگا ...ہمارے غلّے میں فُولوں کے ہار ڈالے گا....جِندہ باد کا نعرہ لگائے گا....زانتا ہے! "

"تو پھر بسم اللہ کیجئے.... دیر کس بات کی....قوم آپ سے کپڑا نہیں مانگتی....روٹی نہیں مانگتی....رہنے کو ٹھکانہ نہیں مانگتی....ختم نبوت کا قانون ہی تو مانگ رہی ہے....لوگ باہر سردی میں آپ کے فیصلے کے منتظر کھڑے ہیں! "

"دیکھو ملونا ساب....! ہم آپ کو سمزاتا ہے....کُس باتیں بوہت تلخ ہوتا ہے....پنجاب کا پارٹیسن ہوا....بروبر؟؟....اب بھارت نے کیا کرا کہ تینوں درزاؤں کا پانی بُند کر دیا....ایک دم مُولک میں سُوکھا پڑ گیا.....بروبر؟... پاکستان کی آجادی کو پاؤنس سال ہوا اور بھارت ہماری سہ رگ پکڑ کے بیٹھ گیا ہے....نہ مُجاکرات کرتا ہے....نہ کُس سننے کو ریڈی ہے...ہم ورلڈ بینک گیا....وہ بھی ہمارا بات نہیں سُنا....اب کوئی لُنگی اُٹھا کے چوک میں کھڑا ہو جائے تو آدمی کیا بولے؟ یہ مؤسلہ ہے ہمارا .....بھارت ہمیں بنجر کرنے پہ تُلا ہے!!! " کچھ دیر کے لئے کمرے میں سکوت سا چھا گیا۔

"لیکن اس مسئلے کا سر ظفر اللہ خان سے کیا تعلق ہے؟" کچھ توقف کے بعد ابوالحسنات بولے۔

"آپ کو مُلک کی صورتحال کا علم نہیں .... "وزیرِ اعظم نے دراز سے ایک فائل نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ محکمہ خوراک کا پھائل ہے....جتنا غندم اشٹاک میں تھا....سب کھلاس ہو گیا ہے....کال ہمارے سر پہ کھڑا ہے.... پبلک گندم کے دانے دانے کو ترسنے والا ہے.... "وزیرِ اعظم کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئے۔ اتنے میں ایک اردلی چائے اور پانی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ کمرے کی بوجھل فضاء میں چائے کی خوشبو پھیلنے لگی۔

"بوہت مُسکل وقت ہے۔" وزیرِ اعظم نے خاموشی توڑی۔ "اس نازک وقت میں....سر جفر اللہ خان اپنے جاتی تعلقات استعمال کر کے امریکی کانگریس سے ایک بل منجُور کرانے کا کوسس کر رہا ہے....اگر یہ کام ہو گیا تو امریکہ ہم کو سات لاکھ پچاس ہزار ٹن گندم فری میں دے گا....یہ کام صرف جفر اللہ خان ہی کر سکتا ہے....اگر آپ کر سکتا....تو ہم جفر اللہ کو ہٹا کے کل ہی آپ کو وجیر خارزہ بنا دیتا۔ "

"آپ بے فکر ہو جائیں....نہیں پڑے گا قحط۔" ابوالحسنات پیالی رکھتے ہوئے بولے۔ "رزق دینے والی ذاتِ بابرکات اللہ تعالیٰ کی ہے، ہم سب دُعا کریں گے، نمازِ استسقاء پڑھیں گے، ختمِ نبوت کے صدقے رب ہماری ضرور سنے گا۔ "

"آسمان سے آٹا برسنے سے تو رہا۔" وزیرِ اعظم نے کہا۔ "پبلک کا پیٹ نہیں بھرے گا تو سور کرے گا...ہمارا غریبان پکڑے گا...قوم کا مجاج بدلتے کون سا دیر لگتا ہے..... جِندہ باد سے مردہ باد ہونے میں صرف ایک روٹی کا پھرق ہے....ایک روٹی کا پھرق.....کیا بولے گا۔ "

"اجازت ہو تو ایک بات کہوں؟" ماسٹر تاج الدین انصاری بول ہی پڑے۔

"جی بولیے!" وزیرِ اعظم فائل دراز میں رکھتے ہوئے بولے۔

"خواجہ صاحب! قوموں کی زندگی میں بعض گھڑیاں انتہائی فیصلہ کن ہوتی ہیں.....عوام کا مقدر کسی ایک شخص کی مُٹھی میں دے دینا بدترین غلامی ہے.....جب لیڈر ملک سے اہم ہونے لگے تو بربادی قوم کا مقدر بن جاتی ہے.....کیوں نہ چند دن صبر کر کے.....رُوکھی سوکھی کھا کے.....گزارا کیا جائے.....اور قوم کو سر ظفر اللہ سے آزاد کرا لیا جائے.....کہیں ایسا نہ ہو کہ ظفر اللہ گندم کے بدلے قوم ہی کو امریکہ کے پاس گروی رکھ آئیں.....اور ہماری آنے والی نسلیں آٹے کے لئے ہمیشہ امریکہ کی طرف دیکھتی رہیں..... جناب وزیرِ اعظم! فیصلہ کن قدم بڑھا دیجئے، ان شاء اللہ یہی ہماری اصل آزادی کا نقّارہ ثابت ہوگا۔" وزیرِ اعظم خاموش ہو کر چھت کے فانوس کو دیکھنے لگے۔

آخری ملاقات

22 فروری.....1953ء.....کراچی

الٹی میٹم کی معیاد ختم ہوگئی۔ ہم حاجی گھسیٹا خان حلیم شاپ پر لنچ اُڑا رہے تھے کہ بندر روڈ کی طرف سے ایک سفید رنگ کی موٹر کار آتی دکھائی دی۔ لوگ اُمڈ اُمڈ کر اُس کار کا استقبال کر رہے تھے۔ جس کا بس چلتا موٹر کار کو چومتا، کوئی ہاتھ لگا کر نہال ہو جاتا، کوئی رُومال مَس کرتا۔ غرض کہ عجب منظر تھا۔ ان حالات میں کار رینگتی ہوئی گورنمنٹ ہاؤس روڈ کی طرف مُڑ گئی۔

" کون آیا ہے اس گاڑی میں؟" میں نے چاند پوری سے دریافت کیا۔

"وہی جن کی دنیا دیوانی ہے بھیّا.....ختمِ نبوت والے.....اب چھوڑ و حلیم اور نکلو۔" انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

لکّی اسٹار پر ایک خلقتِ کثیر کھڑی تھی۔ لوگ پروانوں کی طرح رہنماؤں پر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ کراچی والوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ میں بمشکل اتنا ہی دیکھ پایا کہ چھوٹی سی اس کار میں دو بریلوی علماء، دو اَحرار رہنما، اور ایک شیعہ عالم سوار ہیں۔ مولانا ابوالحسنات سیّد احمد قادری اگلی سیٹ پر جلوہ افروز تھے۔

عوام جوش و خروش سے نعرے لگا رہے تھے.....تاج و تختِ ختمِ نبوت.....زندہ باد!

گورنمنٹ ہاؤس پہنچتے پہنچتے ہمیں ایک گھنٹہ لگ گیا۔ علماء کا یہ وفد اِتمامِ حجت کے لئے آخری بار وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین سے ملنے آیا تھا۔ وفد کی قیادت مولانا عبدالحامد بدایونی کر رہے تھے اور وفد میں مولانا ابوالحسنات، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا لال حسین اختر اور مظفر علی شمسی شامل تھے۔ وزیرِ اعظم بھی شاید وفد ہی کا انتظار فرما رہے تھے

۔سردار عبدالرب نشتر بھی موجود تھے۔وزیرِ اعظم نے حسبِ معمول علماء کا پُرتپاک استقبال کیا اور نہایت ادب واحترام اور عاجزی سے پیش آئے۔

"اختر علی خان نظر نہیں آ رہے۔"وزیرِ اعظم نے ملتے ہی پوچھا۔

"وہ بہاولپور میں ہیں...آج وہاں APNS کا قیام عمل میں آ رہا ہے"مولانا بدایونی نے وضاحت کی۔

"اُن کو بلاؤ یار!...سیکرٹری!!!وائی کنگ طیارہ...بھجواؤ"وزیرِ اعظم نے کہا۔

"یس سر!!!"سیکرٹری ڈائری میں نوٹس لینے لگا۔

میں نے سرگوشی کی۔"وائی کنگ جائے گا مولانا کو لینے؟ "

چاندپوری آنکھ مارتے ہوئے بولے"ارے نہیں یار....بادشاہ سلامت کچھ باتیں حالتِ جذب میں بھی کیا کرتے ہیں۔"

حال احوال پُوچھنے کے بعد وزیرِ اعظم نے کہا:

"امید ہے کہ آپ حجرات دارالحکومت کی عزّت ووقار کا بروبر کھیال رکھے گا۔ "

"ہمیں بھی امید ہے کہ آپ ہمارے مطالبات پر ضرور غور فرمائیں گے۔"بدایونی صاحب نے کہا۔

"دیکھئے... پائلا بات تو یہ ہے کہ....میں آپ حجرات کو یہ سمجھا دے کہ ختمِ نبوت کو ہم ایک دم بروبر مانتا ہے....کیا بولے گا؟؟ لیکن کیا ہے کہ ہم وَجیرِ اَعجم ہے....ہمیں بوہت کُس دیکھنا پڑتا ہے....ملکی سچوئسن ایسا نئیں ہے کہ کوئی نیا ٹینسن لیا جائے.... پائلے ہی بوہت ٹینسن ہے...کیا بولے گا...؟ "

"خواجہ صاحب!اگر آپ...اس وفد سے وعدہ ہی کر لیں کہ مسلم لیگ مرزائیت کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کے لئے کابینہ میں قرارداد لائے گی تو ہم اپنی تحریک کو نرم رکھ سکتے ہیں۔"مولانا ابوالحسنات نے کہا۔

"دیکھو....یہ جو مِرجئی کو سرکاری طور پر کافر بنانے کا مؤسئلہ ہے....یہ تھوڑا کامپلی کے ٹِڈ ہے....مطلب.....سیدھا نئیں ہے ....کیا سمزا؟ "

"خواجہ صاحب!!!.....یہ مسئلہ تو تکلے کی طرح سیدھا ہے۔"مولانا لال حسین اختر نے کہا۔

وزیرِ اعظم نے کرسی سے پشت لگائی اور بولے:

"دیکھو ملونا....مرجوئیوں کا دو سیکٹ (فرقے) ہے....کیا بولے گا؟؟

ایک سیکٹ جس کو ہم احمدی بولتا ہے،وہ مِرجا کو پروفٹ (پیغمبر) مانتا ہے....بروبر؟؟

دوسرا سیکٹ جو ہے.....لاہوری گروپ....وہ مِرجا کو پروفٹ نئیں بولتا....امام بولتا ہے....کیا سمزا؟؟

مطلب کُس کیا بولتا ہے....کُس کیا بولتا ہے!!!

اب مُسکل یہ ہے کہ لاہوری گروپ کو کائسے کافر بنائے گا؟؟....اور اس سے بھی بڑا مُسکل جو ہے....وہ یہ ہے کہ معلوم کیسے پڑے گا کہ فلوں سُسر امر جا کو اِمام مانتا ہے....اور فلوں پروفٹ....!!!

اب ریاست جو ہے.....ایک ایک مرجئی کا لُنگی پکڑ کے تو نئیں پُوس سکتا کہ تم مِرجا کو پروفٹ مانتا ہے....امام مانتا ہے یا کُس اور مانتا ہے؟؟....مطلب اس میں تھوڑا کا مپلی کیسن ہے...کیا بولے گا؟ "

"دیکھئے خواجہ صاحب!" مولانا ابوالحسنات نے کہا: "کریلا صرف کریلا ہوتا ہے، کچا ہو، نیم چڑھا ہو، یا پورا پکّا....لاہوری مرزائی گروپ جس شخص کو اِمام مانتا ہے، اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں نہیں، ببانگِ دُہل نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور جو شخص جھوٹے مدعیٔ نبوت سے عقیدت رکھے، اس کے لئے نرم گوشہ اختیار کرے، اسے امام کا درجہ دے یا اصلاح کار سمجھے، بہر صورت کافر ہے۔ "

"ایک دم بروبر....ہم صرف یہ بات بولتا ہے کہ بہر حال یہ ایک ناجک مسئلہ ہے۔ "

اس پر مولانا بدایونی بول اٹھے:

"جناب! ہم ہر بار آپ کو مسئلے کی نزاکت ہی تو سمجھانے آتے ہیں....باہر اگر کوئی شخص سڑک پر کھڑا ہو کر وزیر اعظم پاکستان ہونے کا اعلان کردے...تو پانچ منٹ میں آپ کی پولیس اسے اور اس کے پیشرووں کو اَریسٹ کر لے گی....یہاں مسئلہ دعویٔ نبوت کا ہے....یہ ہم سب کے ایمان کا سوال ہے...کل ہمیں اپنے رب کے سامنے پیش ہونا ہے....جواب دینا ہے ....کیا اللہ ہم سے پوچھے گا نہیں کہ میرے نبی ﷺ کے تختِ نبوت پر ڈاکہ مارنے والوں کو آپ نے وزارتوں کے تاج پہنا رکھے تھے؟؟ یہ صرف چند مولویوں کا نہیں، ہر مسلمان کے ایمان کا مسئلہ ہے "

اس دوران سردار عبدالرب نشتر بولے:

"دیکھئے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے میں ایک اور خسارا بھی ہے، غیر مسلم قرار دینے کے بعد ان کے حقوق تسلیم کرنا ہوں گے اور انہیں باقاعدہ ایوانِ بالا میں سیٹیں دینا پڑیں گی۔ "

"ہم مرزائیوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے نہیں آئے۔" مولانا بدایونی نے وضاحت کی۔ "ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ کا پیروکار اور مرزا قادیانی کا معتقد ایک ہی خانے میں نہ لکھا جائے۔ ان کے لئے الگ الگ خانے ہوں، تاکہ صحیح معنوں میں جداگانہ انتخابات ممکن ہوسکیں۔ "

"آپ کا سب بات ایک دم بروبر ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ ہم بھی مرجوئی کو کافر ہی سمجھتا ہے....بروبر؟؟ قانونی بات بھی تم

نے سب سمز ادیا، لیکن ہمارا مزبوُری ہے۔ کاس ہم آپ کا بات مان سکتا.... ہم کو برو بر افسوس ہے۔ فی الحال ہمارا ایسا پوزیسن نہیں ہے کہ آپ کا بات مان سکے۔ "

" آپ کی مجبوریاں ہوں گی۔" مولانا بدایونی اٹھتے ہوئے بولے۔ "ہماری کوئی مجبوری نہیں ہم تو بس اپنا فرض ادا کرنے آئے تھے۔ آپ کے پاؤں میں اگر دنیا داری کی بیڑیاں ہیں تو عشقِ رسول ﷺ نے ہمارے بھی ہاتھ باندھ رکھے ہیں۔ فصیلِ ختمِ نبوت کی حفاظت کے لئے ہم سو بار بھی آپ کے پاس چل کے آنے کو تیار ہیں، لیکن تحفظ ختم نبوت سے ایک قدم پیچھے ہٹنا ہمارے بس کی بھی بات نہیں رہی۔ "

" کیا کریں ....ہمیں اپنا ذمّہ داری بھی تو نبھانا ہے!" وزیرِ اعظم نے زچ ہو کر کہا۔

" آپ اپنی ذمّہ داری نبھائیں، ہم اپنا عشق نبھائیں گے۔" ابوالحسنات نے صوفیانہ وقار سے جواب دیا۔

وزیرِ اعظم وفد کے ساتھ چلتے ہوئے گیٹ تک آئے۔ پھر موٹر کار کا دروازہ کھول کر کھڑے ہو گئے۔ بڑے ادب واحترام سے مولانا ابوالحسنات کو سوار کرایا۔ دیگر اکابر بھی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ موٹر کار سٹارٹ ہوئی اور دھواں چھوڑتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ وزیرِ اعظم نے جیب سے رُومال نکال کر آنکھیں صاف کیں اور نشتر صاحب کو ساتھ لئے تھکے قدموں سے واپس دفتر کی طرف چل دیے۔

ہم سڑک ناپ کر سیدھا لکی اسٹار پہنچے اور ایک کھوکھے پر بیٹھ کر چائے پینے لگے۔ ریڈیو پاکستان کراچی مذاکرات کی جھوٹی سچّی خبریں دے رہا تھا۔ عوام کو مذاکرات میں پیش رفت کی گھاس کھلائی جا رہی تھی۔ شرپسندوں پر کڑی نظر رکھنے کی تاکید کی جا رہی تھی اور ملک میں امن وامان اور شانتی کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا تھا۔ خبروں کے بعد محسن بھوپالی کی غزل نشر ہوئی تو میری بھی آنکھیں بھیگ گئیں:

چاہت میں کیا دنیا داری، عشق میں کیسی مجبوری
لوگوں کا کیا، سمجھانے دو، ان کی اپنی مجبوری

میں نے دل کی بات رکھی اور تُو نے دنیا والوں کی
میری عرض بھی مجبوری تھی، اُن کا حکم بھی مجبوری

روک سکو تو پہلی بارش کی بوندوں کو تم روکو
کچی مٹی تو مہکے گی، ہے مٹّی کی مجبوری

جاری ہے